شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

’’مردے کبھی قبروں کی کھدائی نہیں دیتے‘‘

سرمایہ دار طبقہ اور بااختیار لوگ اپنے ماتحتوں پر کس طرح ظلم وستم کا بازار گرم رکھتے ہیں۔ وہ ملازم‘ مزدور اور کھیتوں پر کام کرنے والے لوگ جن کی محنت کے بل بوتے پر ایک جاگیردار، ایک وڈیرا کروڑوں روپے کماتا ہے اور بے کار لاش کی طرح گھر بیٹھے کھاتا ہے اُس مزدور، اُس ماتحت کو، اُس کی قوتِ لایموت کے لئے اتنا بھی نہیں کرتا کہ اُس کے خون جلانے کے معاوضے کے طور پر اس کی تنخواہ مہینے کے بعد، ہزار پندرہ سو سے بڑھا کر چار پانچ ہزار کردے جس کے خون پسینے کی کمائی پر پیجارو جیسی پانچ سات گاڑیاں لئے پھرتا ہے۔ اُسے اتنا ہی معاوضہ ادا کردے کہ وہ سائیکل ہی خرید سکے۔ اس ظالم سرمایہ دار کے بیٹے، بیٹیاں جہاں امریکن، پبلک، انگلش سکولوں بلکہ یورپ میں تعلیم حاصل کرتے ہیں تو اس ماتحت کی اولاد کم از کم عام سکولوں میں ہی تعلیم حاصل کرنے کے قابل ہو سکے۔ کے ایف سی، میکڈونلڈ میں چرغے، مرغے، پیزا، برگر کو فضلہ بنانے والی اُن مشینوں نے کبھی نہیں سوچا کہ ان کے ماتحت کام کرنے والے کی بھی عزتِ نفس ہے۔ اُس کی بھی ضروریات ہیں۔ آج کا جاگیردار اپنے مزارع کے پورے خاندان کو زرخرید غلام بنا کر، گھر کے کام کاج سے لے کر، اُس کی بہو، بیٹی کی عزت تباہ کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ مگر ستم بالائے ستم یہ کہ اُسے نان جویں سے بھی محروم رکھتا ہے۔ جب وہ کسی بیماری سے مرنے لگے تو بیل گاڑی پر ڈال کر نشتر یا کسی میو ہسپتال کی نذر کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا۔ روزمرّہ کا مشاہدہ ہے کہ ہزار بارہ سو ماہوار کا ایک نوجوان مزدور اپنی تنخواہ کا کارڈ لے کر کارخانے کے منیجر کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ میری والدہ بیمار ہے۔ دوا کے لیے سو روپے ایڈوانس چاہیے۔ پہلے تو منیجر صاحب اُس کی عزتِ نفس کی ایسی تیسی کرنے میں کوئی کسر روا نہیں رکھتے اور پھر فیکٹری کا مالک، سرمایہ دار اُس کی غربت اور محرومیوں کے زخموں پر نمک پاشی کرتے ہوئے کہتا ہے ’’تم اس مہینے تین سو روپے پہلے ہی ایڈوانس لے چکے ہو پہلی تاریخ کو کیا کرو گے......؟ اُس ظالم اور سفاک مالک کو یہ احساس نہیں ہوتا اور کبھی خیال نہیں آتا کہ اس نوجوان مزدور کو جو ہر مہینے پانچ سات سو روپے ایڈوانس لینا پڑتا ہے اس کی زندگی کی بھی کچھ ناگزیر ضروریات ہیں۔ چلو! جس مزدوری کی محنت کے بل پر میں اپنے گھر کو سونے چاندی سے بھر رہا ہوں، اس کی تنخواہ میں پانچ سات سو روپے کا ماہوار اضافہ ہی کر دیا جائے۔ احسان دانشؔ مزدور شاعر کو شاید اسی لئے کہنا پڑا تھا:

محنت کا صلہ اہلِ قیادت سے نہ مانگو
مُردے کبھی قبروں کی کھدائی نہیں دیتے

متذکرہ بالا عنوان کی ہزاروں داستانیں ہمارے اردگرد بکھری پڑی ہیں۔ میرے ایک رفیق کار نے مجھے ایک آپ بیتی سنائی کہ میری ٹیپ ریکارڈر چوری ہوگئی۔ میرے ایک ہمسائے‘ پولیس میں ملازم تھے۔ اُن سے بات کی۔ چند دنوں کے بعد اُن کے ذریعے ٹیپ ریکارڈ مجھے مل گئی۔ بات آئی گئی ہوگئی۔ تین چار مہینوں کے بعد وہ پولیس ملازم میرے گھر آیا اور کہنے لگا۔ وہ ٹیپ ریکارڈر

ذرا عدالت میں پیش کرنی ہے ہے اور آپ کی گواہی بھی ہے ٹیپ ریکارڈر لے کر آپ کل عدالت میں آ جائیں۔ میں دوسرے دن ٹیپ ریکارڈر لے کر عدالت میں چلا گیا۔ کافی انتظار کے بعد میں نے دیکھا کہ پولیس، نحیف و نزار آدمی کو ہتھکڑی لگا کر اندر لے جا رہی ہے۔ اس کی نظر جب ٹیپ ریکارڈر کے ساتھ مجھ پر پڑی تو اُس نے مجھے برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اور دوہ بد دعائیں دیں کہ الاماں! الحفیظ! اُس نے مجھے کہا ''میں نے تیرا کیا بگاڑا ہے۔ تیرا کیا نقصان کیا ہے تو نے پہلے مجھے کبھی دیکھا ہے؟ میں نے تیرے گھر چوری کی ہے؟ تُو ٹیپ ریکارڈر چوری کی گواہی میرے خلاف دینے کے لئے آ گیا ہے۔ جس طرح میں، میرے بیوی بچے ظلم و ستم کا شکار ہیں اللہ تعالیٰ تجھے بھی اُسی طرح تباہ و برباد کرے!'' میں ندامت اور شرمندگی سے پانی پانی ہو گیا۔ میں نے اس سے معافی مانگی اور کہا کہ مجھے تو کسی چیز کا علم نہیں ہے۔ میری ٹیپ ریکارڈر چوری ہو گئی تھی۔ پولیس کے آدمی کے ذریعے مجھے مل گئی۔ انہوں نے کہا کہ آج تیری گواہی ہے۔ آ جانا! مجھے اور کسی بات کا علم نہیں ہے۔

پھر اُس آدمی نے مجھے اپنی کہانی سنائی کہ میں ایک زمیندار کے ہاں ملازم تھا۔ کئی سال تک اس کی خدمت کی بچی کھچی روٹی اور کپڑوں کی اُترن کے سوا کچھ نہیں ملتا تھا۔ اکیلے تو گزارا ہوتا رہا۔ بیوی بچوں کے بعد ضروریاتِ زندگی، بیماری وغیرہ میں مشکل پیش آنے لگی۔ میں نے اپنے مالک سے کئی دفعہ درخواست کی کہ چھوٹی موٹی تنخواہ مقرر کر دی جائے، مگر انسان تنگ دل پیدا کیا گیا ہے۔ لالچی ہے۔ اپنی ہر غرض پوری کرنے کے لئے سب کچھ کر گزرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ مگر ملازم کی ضرورت پوری کرنے کے لئے اس کا دل جلدی مائل نہیں ہوتا۔ اپنی مطلب برآری کے لئے ہر ناجائز بات کو بھی جائز بناتا اور گھٹیا سے گھٹیا اقدام پر بھی اتر آتا ہے۔ اور ماتحت کے حقوق غصب کرنے میں بڑا شیر بنا رہتا ہے۔ بدزبانی، کٹ حجتی، بے عزتی، توہین آمیز سلوک سے دوسرے کی عزتِ نفس کو ہر وقت کچوکے لگانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا یہ کہ اُس کے اپنے اندر کوئی خوبی نہیں ہوتی۔ مجھے ایک جگہ روٹی کپڑے کے ساتھ ایک ہزار روپے ماہوار تنخواہ پر نوکری مل گئی۔ میں نے زمیندار کو بتایا کہ اگر آپ کوئی تنخواہ مقرر نہیں کرتے تو میں جا رہا ہوں۔ اس نے طنزیہ انداز میں کہا ''اچھا تمہارا کل فیصلہ کر دیا جائے گا'' اور سرِ شام مجھے پولیس پکڑنے آ گئی۔ کہ تم پر چوری کا الزام ہے۔ ''یہ تمہاری ٹیپ ریکارڈر کی چوری اور پتہ نہیں کیا، کیا جھوٹے الزامات لگا کر مجھے جیل میں ڈال دیا گیا ہے۔ بیوی بچوں کو علیحدہ ذلیل و خوار کیا جا رہا ہے، پتہ نہیں کس حال میں ہیں؟'' سرمایہ دار، وڈیرے چھوٹے آدمی پر کس طرح جور و ستم کے پہاڑ توڑ کر اللہ کے غضب کو آگ دکھاتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ مظلوم اگر چہ کیسا ہی نحیف و نزار ہو، ظالم کے ظلم کی تاب لا سکتا ہے لیکن ظالم، مظلوم کی آہ کی تاب نہیں لا سکتا۔ اللہ ڈھیل دیتا ہے اور دیکھتا ہے کہ ظالم اپنی سرکشی اور غرور کے گھمنڈ میں کہاں تک بھٹکتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو ایسے لوگوں کی لاش کتوں سے نُچواتا ہے۔ جنازے کو کندھا دینے والا کوئی نہیں ملتا۔ ایک لنگڑے مچھر کے ذریعے، نمرود کی ساری نخوت کو ملیامیٹ کر دیتا ہے وہ بے نیاز ہے، بے پرواہ ہے۔

کسی کے چہرے پہ غازہ کسی کی آنکھ میں دھول کسی کے پاؤں میں کانٹا، کسی کے ہاتھ میں پھول
آخر کہاں تک رہے گا یہ جہان کا معمول کہ جیسے بند دریچوں پہ رحمتوں کا نزول